رسائل و مسائل

مسئلہ اجتہاد کے بارے میں چند شبہات اور ان کا ازالہ

[پچھلے دنوں بین الاقوامی مجلس مذاکرہ میں پوری دنیا کے اہلِ علم حضرات شرکت کی غرض سے لاہور تشریف لائے۔ ان میں مسلم و غیر مسلم، دونوں شامل تھے۔ مجلس مذاکرہ کے انعقاد کے دوران اور اس کے بعد یہ حضرات پاکستان کے اصحابِ فکر سے برابر ملتے رہے اور ایک دوسرے کے نقطۂ نگاہ اور طریقِ کار کو سمجھنے سمجھانے کی کوششیں ہوتی رہیں۔ اسی سلسلہ میں بہت سے غیر ملکی مفکرین جماعت اسلامی کے زعماء خصوصاً مولانا مودودی سے بھی ملنے کے لیے وقتاً فوقتاً دفتر میں تشریف لاتے۔ یہ ملاقاتیں بڑی ہی دلچسپ ہوتیں۔ انہیں حضرات میں ایک نامور شخصیت ولفرڈ کینٹ ول سمتھ (WILFERED CANTWELL SMITH) کی تھی۔ ان کے نام اور کام سے ہمارے ملک کا انگریزی دان طبقہ بخوبی واقف ہے۔ یہ صاحب پہلے علی گڑھ کالج میں اسلامی تاریخ کے پروفیسر تھے اور اس کے بعد ایف سی کالج، لاہور سے وابستہ ہوئے۔ اب یہ کینیڈا کی ایک مشہور یونیورسٹی میکگل (MCGILL) میں شعبۂ اسلامیات کے صدر ہیں۔ ان صاحب کے طرزِ فکر میں چند سالوں سے نمایاں فرق واقع ہوا ہے۔ انھوں نے سب سے پہلے جو کتاب "ہند میں جدید اسلام" کے نام سے لکھی اُس میں اشتراکی نقطۂ نگاہ پوری طرح نمایاں تھا۔ لیکن زیادہ مدت گزرنے نہ پائی تھی کہ اُن کے فکر و نظر میں ایک خوشگوار تبدیلی پیدا ہوئی چنانچہ اب وہ مذہب اور اُس کی پیش کردہ اقدارِ حیات کو انسانی زندگی کی صحیح نشو و نما کے لیے نہایت ضروری اور اہم قرار دیتے ہیں۔ انھوں نے عہدِ حاضر کے مسلمانوں کی بیداری اور ان کی مختلف تحریکات کا دقتِ نظر سے مطالعہ کیا ہے اور ان کے متعلق کئی ایک کتابیں بھی لکھ چکے ہیں۔ ذیل کا خط سمتھ صاحب کی مولانا سے ایک اہم ملاقات کی یادگار ہے۔ اصل خط انگریزی میں ہے۔ یہاں صرف اس کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ ادارہ)

مخدومی :

تسلیم و آداب - یہ محض آپ کی ذرہ نوازی تھی کہ آپ نے مجھے پچھلے ہفتہ شرف باریابی بخشا۔ آپ کی اس کرم نوازی کا میں تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مَیں نے اس بالمشافہ گفتگو سے بھرپور استفادہ کیا۔ سب سے زیادہ مجھے اس بات کی مسرت ہوئی کہ مجھے آپ سے بہ نفسِ نفیس ملنے کی سعادت نصیب ہوئی اور اس طرح میں آپ کے طرزِ فکر اور طرزِ استدلال کا زیادہ قریب سے مطالعہ کر سکا۔ یہ فوائد آپ کی کتب پڑھنے سے ممکن ہے اس حد تک حاصل نہ ہوتے۔

دورانِ گفتگو میں چونکہ آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ آپ مجھے اسلام اور اس کے بارے میں اپنی پیش کردہ تصریحات کے سمجھنے میں راہنمائی فرمائیں گے۔ اس لیے مجھے جرأت ہوتی ہے کہ آپ سے چند عنایات کا مطالبہ کروں۔ آپ کو تکلیف نہ ہو تو آپ براہِ کرم مجھے اپنے اُس مقالہ کے عربی اور اردو تراجم بھیج دیں جو آپ نے مجلسِ مذاکرہ میں مسئلۂ اجتہاد پر پیش کیا تھا۔ میں نے اس کے انگریزی ترجمہ کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا۔ جس طریق سے آپ نے قانونِ الٰہی کے معنی و مفہوم کا تعین کیا ہے اور اسلام کو اسی قانونِ ربانی کے سامنے سرنگوں ہونے کی حیثیت سے پیش کیا ہے، وہ میرے نزدیک بڑا دلاویز اور دلکش ہے اور اس سے میں خاص طور پر متاثر ہوا ہوں۔ یہ نکتہ اتنا اہم ہے کہ میرے دل میں اب قدرتی طور پر یہ خواہش پیدا ہوئی ہے کہ میں ان عربی اصطلاحات کو پورے غور سے دیکھوں جن میں اس نکتہ کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہی حال مقالہ کے دوسرے اہم مقامات کا بھی ہے۔ اگر آپ کے پاس اس مقالہ کے دونوں تراجم کی زائد کاپیاں موجود ہوں تو ارسال فرمائیں تاکہ میں انہیں مطالعہ کر سکوں۔

اس سلسلے میں ایک دوسرا سوال بھی پیدا ہوتا ہے: انگریزی ترجمہ میں آپ نے قانونِ الٰہی کے ماننے اور اُس کے مقابلے میں اپنی خود مختاری سے دست بردار ہو جانے کا نام اسلام رکھا ہے۔ اس سے پیشتر میں اسلام سے مراد صرف خدا کے حضور میں سرِ نیاز خم کرنے کے لیتا تھا مگر آپ کے نزدیک یہ دونوں ایک ہی ہیں اور ان میں کوئی تعارض نہیں۔ کلوکیم میں میں نے جو مقالہ پڑھا تھا اُس میں میں نے انہیں دو مختلف چیزوں کی حیثیت سے پیش کیا۔ چونکہ میرے مقالے کے اردو اور عربی کے مترجمین میرے نقطۂ نظر کو

اچھی طرح سمجھ نہ سکے، اس لیے میں نے جو کچھ عرض کیا ہے وہ صرف انگریزی مقالے کی بنا پر کہہ رہا ہوں. ممکن ہے یہ صراحت میری اُس اُلجھن کو صاف کر دے جس کا اظہار میں نے آپ سے ملاقات کے وقت کیا تھا اور اس ضمن میں گزارش کی تھی کہ میرا خیال یہ تھا کہ جماعت اسلامی انسان کے خدا سے تعلق پر توجہ دینے کی بجائے صرف مذاہب کے خارجی مظاہر پر زور دیتی ہے۔ اس کا جو جواب آپ نے دیا، اُس نے مجھے سوچنے کے لیے مواد دیا ہے اور غور و خوض پر ابھارا ہے۔ تاہم آپ نے مطبوعہ مقالہ میں جو موقف اختیار کیا ہے اُس سے پھر یہی مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ کیا مسلمانوں کے دین کی اصل روح خدا کے ساتھ تعلق (جھکنا۔ اسلام) سے زیادہ شریعت کے ساتھ وابستگی میں ہے؟

اسی سے پھر ایک اور مسئلہ بھی سامنے آتا ہے یعنی مسلم قوم کا دوسری مذہب پرست اقوام کے ساتھ تعلق کی صحیح نوعیت۔ میرے غور و فکر میں آپ کا یہ فقرہ سُن کر ایک طرح کا تموّج پیدا ہوا کہ ایک مسیحی کے نزدیک خنزیر کا گوشت کھانا ایک معمولی بات ہے جس کی کوئی اہمیت نہیں۔ میں اس کا مفہوم اچھی طرح سمجھنے سے قاصر ہوں۔ میں بحیثیت ایک عیسائی یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ اگر میں خنزیر کا گوشت کھانا چاہوں تو اس بارے میں مختار ہوں اور کوئی چیز اس راہ میں حائل نہیں ہے، لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر میں ایسا کروں تو آپ کو بطور مسلمان میری اس حرکت سے تکلیف ہوگی۔ کیونکہ آپ کے نقطۂ نظر کے مطابق شریعت، خدائی، ہمہ گیر اور آفاقی قانون ہے۔ کیا اللہ کے قانون کی پیروی سب پر واجب نہیں، اگرچہ صرف مسلمان ہی اسے پورے طور پر تسلیم کرتے ہیں؟ اگر میں جھوٹ بولوں تو آپ کو میرا یہ فعل ناگوار گذرے گا۔ کیا کوئی اخلاقی ضابطہ ایسا بھی ہے جو سارے انسانوں پر نافذ ہوتا ہے اور اس کے علاوہ کچھ اصول و ضوابط ایسے ہیں جن کی پیروی صرف مسلمانوں پر لازم ہے؟

میں سگریٹ اور شراب پینے کا عادی نہیں۔ میرے اس طرزِ عمل سے میرے مسلمان دوست بڑے مسرور ہوتے ہیں کہ میں اُن کے مذہب کے ان دو اصولوں پر کاربند ہوں، اگرچہ میں یہ کام خود اپنے ذاتی اعتقادات کے مطابق کرتا ہوں۔ میں نے زندگی بھر نہ تو کبھی سگریٹ کو چھوا ہے اور

نہ ہی کبھی شراب پی ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ بہتر ہے (اور اس بنا پر خدا کو زیادہ پسندیدہ ہے) کہ آدمی شراب نہ پئے۔ اور یہ بات ایک مسلمان کے لیے اسی قدر صحیح ہے جتنی کہ ایک عیسائی، ہندو، یا دہریہ کے لیے۔ مگر مسلمان کے معاملہ میں ایک دوسرا پہلو بھی ہے۔ ایک شرابی مسلمان نہ صرف اس فعل سے اپنی صحت کو تباہ کرتا ہے بلکہ وہ اپنے اندر ایک مجرم ضمیر کو بھی پالتا ہے کیونکہ وہ شراب پی کر ایک ایسی حرکت کا مرتکب ہوتا ہے جس کو وہ اپنے عقیدہ کی بنا پر حرام تسلیم کرتا ہے اب حل طلب مسئلہ یہ ہے، کیا آپ حضرات بحیثیت مسلمان اس بات سے زیادہ خوش نہ ہوں گے اگر میں یا میری طرح کے دوسرے غیر مسلم شریعت کے قانون کی پابندی کریں۔ اگرچہ مجھے یہ اعتراف ہے کہ غیر مسلم ہونے کی وجہ سے ہم اتباع شریعت کی ساری ذمہ داریوں سے کماحقہٗ عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ ممکن ہے آپ کا اس بارے میں جواب یہ ہو کہ میں بحیثیت عیسائی عیسائیت کے پیش کردہ قوانین وضوابط کی پیروی کروں۔ لیکن آخر ایک ہندو اور ایک ملحد اس معاملہ میں کونسا طرز عمل اختیار کرے۔ کیا ایک منکرِ خدا جو ایماندار ہے، اُس خدا پر ایمان لانے والے فرد سے بہتر (اور اس وجہ سے خدا کی نظر میں زیادہ پسندیدہ) نہیں، جو بددیانت ہے؟ مجھے بڑا افسوس ہے کہ میں نے آپ کو بے جا تکلیف دی۔ اور شاید میں نے آپ کی مروت سے اپنے حق سے زیادہ فائدہ اٹھایا ہے مگر میں نے یہ جسارت صرف اسی لیے کی ہے کہ میں نے اپنی ساری زندگی ان مسائل کے سمجھنے میں صرف کی ہے۔ خصوصاً وہ مسائل جن کے حل ہو جانے سے قوموں کے درمیان صلح و آشتی کے امکانات بڑھ سکتے ہیں۔

آپ کا مخلص

ولفرڈ کینٹ ول سمتھ

جواب :۔ محترمی! مسٹر اسمتھ،

آپ کی یاد فرمائی کا میں بہت شکر گزار ہوں۔ آپ کے حسبِ طلب اپنے مقالے کی عربی اور اُردو کاپی ارسال کر رہا ہوں۔ اصل مقالہ اُردو میں لکھا گیا تھا۔ عربی اور انگریزی (VERSIONS) دونوں

اس کے ترجمے ہیں۔ آپ چونکہ اُردو سمجھتے ہیں اس لیے بہتر یہی ہوگا کہ آپ اردو مقالے ہی پر اعتماد کریں اس کے ساتھ میں وہ نوٹ بھی بھیج رہا ہوں جو اپنے مقالے پر تنقیدوں کے جواب میں میں نے کلوکیم میں پیش کیا تھا۔

آپ کے ذہن میں میرے مقالے کو دیکھ کر "اسلام" کے معنی کے متعلق جو سوال پیدا ہوا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کے معنی تو بے شک خدا کی اطاعت ہی کے ہیں، لیکن اس اطاعت کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ خدا کے قانون کی اطاعت کی جائے، کیونکہ خدا کو ماننا اور اس کے قانون کو نہ ماننا دونوں باہم متناقض (INCOMPATIBLE) ہیں۔ میں نے جس ترتیب سے اس مسئلے کو واضح کیا ہے آپ اسی ترتیب سے اس پر غور کریں تو صحیح پوزیشن آپ کے سامنے واضح ہو سکے گی۔ ترتیب یہ ہے:

(۱) قرآن خدا کو صرف معبود ہی نہیں قرار دیتا بلکہ قانونی حاکم (LEGAL SOVEREIGN) بھی قرار دیتا ہے،

(۲) خدا کی خداوندی کے یہ دونوں لوازم تصورِ توحید کے لحاظ سے ایسے غیر منفک ہیں کہ ان میں سے جس کا بھی انکار کیا جائے وہ لازماً خدا کا انکار ہے۔

(۳) اس عقیدے کی رو سے خدا کے جس قانون کی اطاعت لازم آتی ہے اس سے مراد قوانین طبعی نہیں ہیں بلکہ وہ قانون ہے جو خدا اپنے رسولوں کے ذریعہ سے دیتا ہے اور جس کا مقصد ہماری فکر و نظر اور انفرادی و اجتماعی زندگی میں ہمارے رویّے کو درست کرنا ہے،

(۴) قرآن کی دعوت کی بنیاد ہی یہ ہے کہ انسان اس ہدایت اور اس قانون کے آگے سرِ تسلیم خم کریں جو خدا نے انبیاء کے ذریعہ سے عطا فرمائی ہے اور اس کے مقابلے میں اپنی خود مختاری سے دستبردار ہو جائیں۔ اسی چیز کا نام قرآن کی زبان میں "اسلام" ہے۔ (بالفاظ دیگر اگر کوئی شخص کہے کہ میں خدا کے آگے سرِ تسلیم خم کرتا ہوں، لیکن وہ خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی دی ہوئی ہدایت اور ان کے پہنچائے ہوئے احکام کے آگے SUBMIT نہ کرے، نہ ان کے مقابلے میں اپنی خود مختاری کے دعوے سے دست بردار ہو، تو قرآن اس کو "مسلم" قرار دینے کے لیے تیار نہیں ہے)۔

اس ترتیب سے آپ معاملے کو سمجھنے کی کوشش کریں تو آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ سوال جو آپ نے اٹھایا ہے کہ DOES THE HEART OF A MUSLIM'S FAITH NOT LIE IN HIS RELATION (SUBMISSION, ISLAM) TO GOD RATHER THAN TO HIS RELATION TO THE SHARIAH.

یہ سوال درحقیقت پیدا نہیں ہوتا، اس لیے کہ مسلمان کا خدا سے "اسلام" SUBMISSION کا تعلق آپ سے آپ خدا کے قانون (یعنی شریعت) سے "اسلام" کے تعلق کی شکل اختیار کرتا ہے اور یہ اس کا ایسا فطری تقاضا ہے کہ اگر خدا کے قانون سے اسلام کا تعلق باقی نہ رہے تو پھر خدا سے اسلام (SUBMISSION) کا تعلق باقی رہنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

— عیسائیوں کے لحم خنزیر استعمال کرنے کے متعلق میں نے جو بات کہی تھی وہ دراصل ایک دوسرے ہی سیاق و سباق میں تھی۔ میں آپ کو یہ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ مسلمانوں کے لیے روح اسلام کے ساتھ شکل اسلام (FORM) کی اہمیت کیا ہے، اور کیوں اس شکل سے بے پرواہی یا انحراف کا قدرتی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک مسلمان پھر روح اسلام سے بھی بیگانہ ہو جاتا ہے۔ اس بات کو میں نے بہت سی مثالوں سے آپ کے سامنے واضح کیا تھا۔ مثلاً یہ کہ ایک مسلمان اگر نماز چھوڑ دے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ ان تمام فرائض سے منہ موڑتا چلا جائیگا جو خدا اور بندوں کے حق میں اس پر عائد ہوتے ہیں۔ چونکہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے اولین فرض جو اس پر عائد ہوتا ہے وہ نماز ہے اور اس کو فرض جانتے اور مانتے ہوتے جو شخص چھوڑ دے اس سے پھر کسی حق شناسی و فرض شناسی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ اسی طرح جن چیزوں کو اسلام میں حرام اور سخت گناہ قرار دیا گیا ہے ان کو حرام اور گناہ جاننے کے باوجود جو مسلمان ان کا ارتکاب کرنے اس سے پھر آپ یہ امید نہیں کر سکتے کہ وہ کسی اخلاقی حد کو توڑنے اور کسی برائی کا ارتکاب کرنے سے باز رہ جائے گا۔ اس سلسلے میں میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ لوگ نماز چھوڑنے یا لحم خنزیر کھانے والے مسلمانوں کو اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں اور اس بات کا خیر مقدم کرتے

لے کیا مسلمانوں کے دین کی اصل روح خدا کے ساتھ تعلق سے زیادہ شریعت کے ساتھ وابستگی میں ہے۔